اردو زبان و ثقافت کی ترویج میں ذرائع ابلاغ کا کردار

THE ROLE OF MEDIA FOR PROMOTION OF URDU LANGUAGE & CULTURE

ڈاکٹر میمونہ سبحانی[1]

Abstract:

It is a fact of the modern day that without the use of media in any advancement or decline, man cannot progress. The necessity of man and the desire to live, play a significant role in the growth of media. A language's existence and development is also dependent on some forms of media. This media can be print or electronic or in both formats. We now hear historical stories through media that is present in almost every society. Examples include stories about Adam on Earth, Egyptian pyramids, Chinese dynasties, etc. It is clear that movies have changed history in addition to how people perceive stories, whether they are historical or fictional. "Dewdass, Omrao Jan Ada, Mula Jatt," among other well-known films from the subcontinent. Similar to movies, songs have gained popularity recently and have an impact on audiences because of their short-term duration and consistency. This study attempts to trace the influence of media on the development of the Urdu language.

Keywords: Media, Sub-continent, Movies, Impact, Promotion, Language, Urdu, Culture

کلیدی الفاظ: ذرائع ابلاغ، برصغیر، فلمیں، اثرات، ترقی، زبان، اردو، ثقافت

مواصلات ایک ایسا نظام ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے سے منسلک کرتا ہے۔ آپ میں سے اکثر لوگوں نے سنا ہو گا کہ انسان کو "حیوانِ ناطق" (Social Animal) کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان دوسروں سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ جو کہ انسان کی ابتداء سے زندہ رہنے کے لیے ایک ہتھیار کی طرح ہے۔ مواصلات لفظ کی جڑ "کومنز" (Communis) ہے جو کہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عام کرنا یا پھیلانا کے ہیں۔ اس معنی سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ معلومات پھیلانے کا یہ عمل کس قدر قدیم ہے۔ اس کی قدامت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی بھی قسم کے موجودہ یا ماضی قریب کے ذرائع ابلاغ کے برعکس معلومات کی ترسیل اور پھیلاو کا یہ عمل آدم کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ کچھ لوگ اس عمل کو آدم سے بھی قبل کا تصور کرتے ہیں۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ باقاعدہ زبان جس میں لوگ آپس میں بات کر سکیں وہ تو بہت بعد میں وجود میں آئی تو معلومات کی ترسیل کا عمل پہلے کیسے شروع ہو گیا۔ جیسے کہ انسان کی طرح دوسرے جاندار بھی ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں جو کہ زبان کی شکل میں نہیں اسی طرح اشارے، حرکات و سکنات، تکنیکی طور پر جسے ہم "نان وربل کمیونیکیشن" یعنی غیر زبانی مواصلات بھی کہتے ہیں اس کے ذریعے انسان بھی رابطہ قائم کرتے رہے ہیں۔ اور یہی کوشش اور جستجو ہے جو کہ زبان اور ثقافت کی ترویج میں مددگار کے طور پر ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ اے۔ اے ہاشمی رقم طراز ہیں:

"حیات انسان کا عروج و تنزل بحرِ بیکراں ہے۔ تہذیبی و تمدنی فروغ کے تصورات اولاً چند افراد کی ذہنی ریاضت اور کاوش کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ یہ تصورات حقیقت میں تبدیل ہو جاتے ہیں یہ حقیقتیں اجتماعی شعور میں سرایت کر جاتی ہیں۔ ان چند مخصوص افراد کی

---

[1] ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

مسلسل کوششوں سے محرکات کا حلقہ اثر وسیع تر ہوا ہے۔ان میں ایک اضطرابی جوش و سرگرمی ہوتی ہے جس کے اثرات سے مدتوں کے انجماد میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔اور فکر و عمل کے لیے سانچے وجود میں آتے ہیں اور ان سانچوں میں عالمی تہذیبی و تمدنی قدریں ڈھل کر نکلتی ہیں اور ان میں نکھار آجاتا ہے۔"(1)

تاریخ کے اوراق کو پلٹتے ہوئے ہمیں موجودہ مواصلات کے نظام کی ابتداء کا اشارہ چین کے شاہی خاندانوں سے ملتا ہے، جو اپنے سرکاری معاملات کو محفوظ کرنے کے لیے تحریر کروایا کرتے تھے اور اپنے خاندان کے لوگوں کو آگاہ رکھنے کے لیے ان اخباروں کا استعمال کرتے تھے جو کہ انتہائی پوشیدہ اور صرف شاہی خاندان کے افراد کے لیے ہوتے تھے۔ لیکن ان کی یہ ابتدائی شکل موجودہ اخبار کے لیے ایک راستہ ہموار کرتی چلی گئی۔ان شاہی خاندانوں میں "سانگ، یان، منگ اور چنگ" خاندان شامل ہیں جن کی بادشاہت کا دورانیہ 960ء سے 1911ء تک ہے۔ سانگ خاندان کے دور حکومت میں قابل اعتراض کہانیوں کی اشاعت والے اخبارات کا سراغ بھی ملتا ہے۔ لیکن یہ بہت ہی ابتدائی سطح کے اخبارات تھے اور صرف شاہی خاندان تک محدود تھے۔ پندرھویں صدی میں مشینی پرنٹنگ پریس کی ایجاد نے اخبارات کی اشاعت کو تیز اور آسان بنادیا جس کی وجہ سے دنیا میں اخبارات کی ترسیل شروع ہوگئی لیکن ان کی اشاعت ابھی بھی برطانیہ میں ہی ہوتی تھی جس کی وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں کئی کئی دن پرانے اخبارات پہنچا کرتے تھے۔ لیکن انڈسٹریل دور کے آغاز اور ترقی کے ساتھ ہی پرنٹنگ پریس آہستہ آہستہ پوری دنیا میں پھیل گئی اور لوگوں کو روزانہ کی بنیاد پر اخبارات ملنے لگے۔اور یوں ذرائع ابلاغ کا ایسا طریقہ وجود میں آیا جو کہ صرف ایک شہر یا علاقے تک محدود نہیں تھا بلکہ مختلف شہروں اور ملکوں میں بھی رسائی رکھتا تھا۔ چین سے دنیا کا پہلا اخبار "بیکن گزٹ" کے نام سے چھپنا شروع ہوا۔ بقول عبدالسلام خورشید:

"یہی وہ اخبار تھا جو چنگ خاندان کے دور میں 1911ء تک "بیکن گزٹ" کے نام سے چھپتا رہا لیکن اس دور میں چینی اخبار خواص تک محدود تھا اور جب چینی صحافت نے یورپی اثر قبول کیا تو صحافت کو عوامی رنگ حاصل ہوا۔"(2)

ذرائع ابلاغ کے انسان پر اثرات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1۔ براہ راست اثرات یعنی لوگ جو دیکھتے ہیں اسے سچ سمجھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

2۔ درمیانے درجے کے اثرات یعنی لوگ غیر فعال نہیں وہ ذرائع ابلاغ سے اپنی پسند کے اثرات لیتے ہیں۔

3۔ کم اثرات یعنی جو لوگ ابلاغ دیکھ رہے ہیں وہ دوسرے ذرائع سے تصدیق کے بعد اس کے اثرات قبول کرتے ہیں۔

کمیونیکیشن یعنی مواصلات انسان کی بقاء اور ترقی کے لیے کتنے ضروری ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے بغیر دنیا موجودہ ترقی تک نہ پہنچ سکتی۔ جہاں میں آپ سے بات کر رہی ہوں یہ صرف آپ تک محدود نہیں بلکہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی محفوظ ہو جائے گی۔اور اس میں بہتری اور اضافے کے لیے ایک دستاویزی صورت میں موجود گی جو ہم سے پہلے لوگوں کو میسر نہیں تھی اور یہی بات میرے موضوع کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ ہم جو بولتے یا لکھتے ہیں وہ صرف اسی وقت اور ہمارے لیے نہیں بلکہ آئندہ کے لیے بھی محفوظ ہو رہی ہے جس کے اثرات مثبت اور منفی دونوں ہو سکتے ہیں۔ جیسے ہم بچپن سے سنتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھا جائے گا یہ بھی اسی کی ایک چھوٹی سی صورت ہے کہ ہم جو بات کرتے ہیں اس کو ریکارڈ کر لیا جائے اور بعد میں اس کا استعمال ہو۔ آج کل جو لیکس آ رہی ہیں ان سے آپ واقف ہوں گے۔ لیکن اس کا مثبت استعمال بھی ممکن ہے احمد سلیم لکھتے ہیں:

"یہ ریکارڈ ہمارے ماضی کی تاریخ کے مختلف ادوار کا ریکارڈ ہے۔ جو تاریخ کی غلطیاں درست کرنے کے بھی کام آ سکتا ہے اور صحافتی کرداروں کی بلندیوں کو بھی سامنے لاتا ہے۔"(3)

ذرائع ابلاغ کے اثرات کو سمجھنے کے لیے بہت سے تجربات کیے گئے اور مستقبل میں اس کا استعمال کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ 1938

میں ریڈیو پر ایک پروگرام نشر کیا گیا جس کا نام "وار آف ورلڈز" تھا اس میں کہا گیا کہ مارس سیارے سے دنیا پر حملہ کر دیا گیا ہے اور جلد دنیا تباہ ہو جائے گی، اسے اخبارات نے بھی رپورٹ کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے لوگ اپنے گھر چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہنے چلے گئے اور کچھ نے کشتیوں میں پناہ لے لی۔ وقت کے ساتھ لوگوں کو علم ہوا کہ یہ تو صرف ایک پروگرام تھا، لیکن اس کے لوگوں پر اثرات یہ بتا رہے تھے کہ یہ ابلاغ کا ذریعہ کتنا مثبت اور ساتھ ہی کتنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ہی ہم گلوبل میڈیا یعنی عالمی ذرائع ابلاغ کو دیکھتے ہیں جو کہ آہستہ آہستہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ ہڈلے سینٹرل لکھتے ہیں:

> "On HALLOWE'EN night 1938, Orson Welles and his Mercury Theatre on the Air dramatized H.G. Wells' fantasy, "War of the Worlds" so realistically and effectively that at least a million Americans became frightened and thousands were panic-stricken."[4]

ذرائع ابلاغ انسانی سوچ پر ہر طرح کے اثرات مرتب کر سکتا ہے لیکن یہ ماحول اور طریقہ کار پر بہت انحصار کرتا ہے۔ اس کا ثقافت اور زبان کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس میں لوگوں کے عقائد، اقدار، رویوں اور طرز عمل کو متاثر کرنے کی طاقت ہے۔ ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ، ذرائع ابلاغ تک رسائی بہت آسان ہو چکی ہے، اور اس کے اثرات زیادہ گہرے ہو رہے ہیں۔ اس طاقت ور ذریعہ کی مختلف شکلیں ہیں جیسے ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبار، انٹرنیٹ، سماجی رابطہ کے ذرائع (سوشل میڈیا) وغیرہ۔ فلم، موسیقی، ڈرامہ، کارٹون اور ادب کے ذریعے لوگ مختلف ثقافتوں اور ان کے رسوم ورواج کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ جس سے دقیانوسی تصورات اور تعصبات کو توڑنے میں مدد مل سکتی ہے، جو دوسری ثقافتوں کی بہتر تفہیم اور تعریف کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔ مختلف روایات، عقائد اور رسوم ورواج کی نمائش کر کے ثقافتی تنوع کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اس سے ان ثقافتوں کو محفوظ رکھنے میں مدد مل سکتی ہے جو دوسری صورت میں گم یا ختم ہو سکتی ہیں۔ اقوام متحدہ کے مطابق پاکستان میں 20 سے زیادہ مختلف زبانیں اور ثقافتیں پائی جاتی ہیں جیسے بلوچی، پشتو، پنجابی، سندھی، سرائیکی، کشمیری، مہاجر وغیرہ۔ ڈاکٹر صائمہ انجم النساء لکھتی ہیں:

> "اردو ایک ملوال زبان ہے اس میں کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اردو ہندوستان کے وسیع علاقے کی زبان تھی لہذا مختلف علاقوں کی نسبت سے کہیں گجراتی، ملتانی، پنجابی یا ہندی کہلائی۔"[5]

ان سب کی ایک مختلف پہچان ہے لیکن ہم مشاہدے کے لیے بھی ایک نظر دوڑائیں تو ہم میں اکثریت ایک ثقافت کو اپنا رہی ہے جو کہ عالمی ثقافت ہے اور ہمارے ذرائع ابلاغ بھی اسی کے عکاس ہیں۔

زبان کے حصول اور ترقی میں ذرائع ابلاغ کے کردار کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابھی کچھ عرصہ قبل بلوچی زبان میں آنے والا گانا "کنا یاری" نا صرف پاکستان بلکہ انڈیا، بنگلہ دیش اور مختلف یورپی ممالک میں بھی ٹرینڈنگ میں رہا ہے جبکہ ہم میں سے اکثریت کو وہ زبان سمجھ نہیں آتی۔ اسی طرح کشمیری گانا "من دی موج وچ ہسنا"، پنجابی گانا "کالا چشمہ" اور سرائیکی گانا "کالا جوڑا" نے بھی مقبولیت کے کئی ریکارڈ توڑے۔ ٹیلی ویژن پروگراموں، فلموں اور موسیقی کے ذریعے لوگ نئی زبانیں سیکھ سکتے ہیں اور اپنی بات چیت کی مہارت کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ مختلف زبانوں کی اس نمائش سے کثیر لسانی یعنی زیادہ زبانیں سیکھنے کو فروغ دینے میں بھی مدد مل سکتی ہے، جو آج کی دنیا میں فائدہ مند ثابت ہو رہی ہے۔ یہی ذرائع ابلاغ اقلیتی زبانوں اور بولیوں کو بھی ایک پلیٹ فارم فراہم کر سکتے ہیں، جو ان زبانوں کو محفوظ رکھنے اور انہیں زندہ رکھنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

اگر ہم برصغیر کی بات کریں تو برصغیر کی ثقافتی اور لسانی اثرات کی ایک طویل اور پیچیدہ تاریخ ہے۔ انگریزوں جیسی نوآبادیاتی طاقتوں کی آمد نے اس خطے کی ثقافت اور زبان پر گہرا اثر ڈالا۔ اخبارات نے خواندگی اور سیاسی بیداری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے پورے خطے میں ثقافتی اور لسانی علم کو پھیلانے میں بھی مدد کی۔ اس دور میں اخبارات ذہنی بیداری کے لیے وقف تصور کیے جاتے تھے۔ مسکین حجازی بیان کرتے ہیں کہ

"ان اخباروں کے ایڈیٹر صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب اور شاعر بھی تھے، اس لیے ان کے اداریوں میں اکثر واقعات کی تشریح، توجیہہ اور تفصیل بہتر طریقے سے کی جاتی تھی۔"(6)

ریڈیو اور سنیما نے ثقافتی انضمام کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا، کیونکہ مختلف خطوں کے لوگ ان ذرائع کے ذریعے مشترکہ ثقافتی تجربات کا حصہ بن سکتے تھے۔ ان ذرائع نے زبان کے استعمال اور تبدیلی کو بھی متاثر کیا۔ جیسے 1947 میں تقسیم ہند کے بعد اس خطے نے الگ الگ قومی شناخت اور لسانی تحریکوں کا ظہور دیکھا۔ ذرائع ابلاغ کے لیے علاقائی زبانوں کا استعمال ثقافتی اور لسانی شناخت کی علامت بن گیا تھا۔ جبکہ اس سے قبل انگریزی کو انتظامیہ، تعلیم اور مواصلات کی زبان کے طور پر متعارف کرایا گیا۔ انگریزی کا استعمال وقار اور طاقت کی علامت بن گیا، جس کی وجہ سے مقامی زبانوں کو نظر انداز کیا گیا تھا۔ اس کا خطے کے لسانی تنوع اور ثقافتی شناخت پر دیرپا اثر ہوا۔ تاہم جدید ذرائع ابلاغ کے متعارف ہونے سے برصغیر کی ثقافت اور زبان پر مثبت اثرات بھی مرتب ہوئے۔ انگریزی کو عالمی زبان کے طور پر اپنانے میں بھی انہی ذرائع ابلاغ کا کردار رہا ہے۔ انگریزی اب دنیامیں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے، اور یہ جزوی طور پر ابلاغ کے مختلف ذرائع میں انگریزی کے استعمال کی وجہ سے ہے۔

پاکستان میں اردو زبان اور ثقافت کے فروغ میں فلم انڈسٹری نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اردو فلمیں 1950 کی دہائی سے پاکستان میں تفریح کا ایک مقبول ذریعہ رہی ہیں۔ اردو فلموں نے نہ صرف زبان کو فروغ دینے میں مدد کی ہے بلکہ نئے موضوعات اور انواع کو متعارف کروا کر اردو ادب کی ترقی میں بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ جو لوگ پڑھنا اور لکھنا نہیں جانتے تھے ان کا ادب اور فکشن کی دنیا سے رابطہ فلم، تھیٹر اور ڈرامہ نے کروایا۔ جیسے "ماں کے آنسو"، "باجی"، "دیوداس"، "بدنام" "عندلیب"، نیلہ پربت "امراؤ جان ادا" اور مٹھی بھر چاول" چند ایسی فلمیں ہیں جو ناول یا افسانوں سے کہانیاں لے کر بنائی گئیں۔ اس طرح افسانوں اور ناول پر فلمیں بنانے سے اس کی رسائی ان لوگوں تک بھی آسان ہوگئی جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ عمل لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اثر انداز کرنے میں رواں دواں رہا۔ پروفیسر رئیس انور لکھتے ہیں:

"فلمی دنیا میں اردو فکشن کے شہ پاروں کو ایک نیا رنگ روپ دیا گیا۔"(7)

حالیہ برسوں میں ڈیجیٹل ذرائع ابلاغ کے ظہور نے پاکستان میں اردو زبان کی رسائی اور اثر کو مزید وسعت دی ہے۔ فیس بک، ٹویٹر اور یوٹیوب جیسے سماجی ذرائع ابلاغ کے استعمال نے کروڑوں اردو بولنے والوں کو آواز دی، جس سے لسانی اور ثقافتی تنوع کو فروغ دینے میں مدد ملی ہے۔ فیس بک اور ٹویٹر جیسے پلیٹ فارمز نے پسماندہ کمیونٹیز کو بھی آواز دی ہے، جس سے ان کی حفاظت اور ترقی میں مدد ملے گی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ذرائع ابلاغ کے روزمرہ کے ہونے والے پروگرامز میں جو بحث و تکرار کے ساتھ گری ہوئی گفتگو اور لڑائی ایک عرصہ سے عوام کو دیکھائی جاتی رہی ہے اس کے اثرات میں سے ایک اثر یہ بڑھتی ہوئی عدم برداشت بھی ہے جو کہ پہلے ہماری ثقافت و معاشرت کا حصہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔

یہ تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ منفی اور دقیانوسی تصورات کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں اور بولیوں کے خاتمے میں اپنا حصہ بھی ڈال سکتے ہیں۔ اس لیے یہ یقینی بنانا بہت ضروری ہے کہ ان ذرائع ابلاغ کو ذمہ داری سے استعمال کیا جائے اور یہ تنوع، شمولیت اور مساوات کو فروغ دیں۔ کیونکہ عموماً خواتین اور اقلیتوں کی نمائندگی اکثر محدود ہونے اور دقیانوسی مواد ہونے کی وجہ سے مختلف ادوار

اور شخصیات کی طرف سے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔اس امتیازی سلوک کو سمجھتے ہوئے مختلف خواتین اور مرد ادیبوں نے آواز بلند کرنا شروع کی اور ان ذرائع ابلاغ کو اپنی آواز اور نظریے کی ترویج کے لیے استعمال کیا اور لوگوں میں شعور کی شمع روشن کرنے کی کوشش کی۔ڈاکٹر میمونہ لکھتی ہیں:

''عورتوں کے مسائل پر قلم اٹھانے کا یہ فائدہ ہوا کہ اب معاشرے میں ہر سطح پر رہنے والی عورت اپنے حقوق سے کافی حد تک آگاہ ہو چکی ہے۔عورت ملک و قوم کی ترقی میں مرد کے شانہ بشانہ نہ صرف کام کر رہی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آنے والی نسل کے لیے اچھا ادب بھی تخلیق کر رہی ہے۔''(8)

کسی خبریں پڑھنے والے یا لکھاری کی ایک غلط بات کبھی کبھی بہت چھوٹی لگتی ہے لیکن اس کے اثرات کتنے لوگوں پر ہوتے ہیں یہ اندازہ کرنا مشکل ہے۔کیونکہ جس طرح لوگ سماجی اور اقتصادی وجوہات کی بنا پر غالب زبان سیکھنے کو ترجیح دیتے ہیں ویسے ہی کسی مشہور شخص جیسے استاد ،صحافی ،نمائندہ،والدین، بھائی،دوست یا کوئی مذہبی شخصیت لوگ اس کی بات کو بغیر تحقیق سچ سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔اسی تناظر میں مرحوم ضیا محی الدین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ میں ٹی وی اس لیے نہیں دیکھتا کہ یہ اردو زبان کی بجائے بھونڈی زبان استعمال کرتے ہیں۔ لیل و نہار لکھتا ہے:

''ہمیں یقین ہے کہ ملک کے تمام ادیب خواہ وہ کسی مدرسہ فکر سے وابستہ کیوں نہ ہوں نئے جذبے اور نئی امنگ اور لگن سے قومی ادب کی تخلیق میں مصروف ہو جائیں گے اور اس تنظیم کو کامیاب بنائیں گے۔''(9)

اس موضوع پر جتنی بھی بات کرتے جائیں اس میں مزید باتیں اور مثالیں ملتی چلی جائیں گی۔اس تحریر کا مقصد ایک تحریک پیدا کرنے کی کوشش ہے کہ ہم ان ذرائع ابلاغ کو دیکھتے، سنتے اور پڑھتے وقت اپنی سوچ اور ذہن کو اس کے حوالے نہ کر دیں بلکہ اسے کچھ مثبت سیکھنے اور سمجھنے میں استعمال کریں کیونکہ آج ٹی وی،ریڈیو،اخبار اور سماجی ذرائع ابلاغ (فیس بک، ٹک ٹاک، یوٹیوب،انسٹا گرام وغیرہ) سب ایک کاروباری نظام پر کام کر رہے ہیں۔اسے ہمارے اچھے یا برے کا نہیں بلکہ بس اپنے کاروبار سے مطلب ہے جو کہ ایک المیہ ہے۔آج کی صورتحال کو سمجھنے اور اسے قابو کرنے کے لیے سب سے پہلے تحقیق اور مکالمے کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔جس سے زبان اور ثقافت دونوں کی ترویج کے لیے سازگار ماحول میسر ہو گا۔

حوالہ جات

1. اے۔اے۔ہاشمی، نوع انسان اور تاریخ وتہذیب عالم، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1977ء، ص ج
2. عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، صحافت پاکستان وہند میں، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1963ء، ص20
3. Hadley Cantril, The Invasion from Mars, New Jersey: Princeton University Press, 1966, p vi
4. احمد سلیم، پاکستان کے تہذیبی وسیاسی مسائل، لاہور: فکشن ہاؤس، 1993ء، ص16
5. صائمہ انجم النساء، ڈاکٹر، اردو حروف تہجی کی کہانی، فیصل آباد: مثال پبلیشرز، 2022ء، ص12
6. مسکین حجازی، ڈاکٹر، اداریہ نویسی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2007ء، ص268
7. رئیس انور، پروفیسر، اردو زبان وادب اور معاشرہ فلموں میں، مشمولہ ہندوستانی فلمیں اور اردو، نئی دہلی: 2012ء، ص75
8. میمونہ سبحانی، ڈاکٹر، واجدہ تبسم، فرخندہ لودھی اور طاہرہ اقبال کے افسانوں کا تقابلی جائزہ (تانیثیت کے تناظر میں)، مشمولہ امتزاج، کراچی: شعبہ اردو، جامعہ کراچی، 30جون 2022، جلد17، شمارہ17، ص214
9. ادیبوں کے فرائض، اداریہ، لیل ونہار، ہفت روزہ، لاہور، 8فروری 1959ء، جلد نمبر9، شمارہ نمبر6، ص3